حق کا داعی اور مسلک سلف کا ترجمان
ماہنامہ
الجماعۃ
جولائی ۲۰۱۷ء / شوال ۱۴۳۸ھ

عالم اسلام کا ایک ناسور

(اخوان المسلمین حقیقت کے آئینہ میں)

از

فضیلۃ الشیخ محمد مقیم فیضی رحمہ اللہ

صوبائی جمعیت اہلِ حدیث ممبئی

اداریہ

عالم اسلام کا ایک ناسور

محمد مقیم فیضی

اپنی ابتدائے تاسیس سے سیاہ درسیاہ تاریخ کی حامل تنظیم اخوان المسلمین جو برطانوی عملداریوں میں پیدا ہوئی اور انگریزی کیمپوں اور چھاؤنیوں میں پروان چڑھی، جس کے ڈانڈے جمال الدین افغانی اور محمد عبدہ کے حوالے سے عالمی ماسونیت سے جاملتے ہیں، خود شیخ حسن بنا کی ماسونیت اور اسلام دشمن طاقتوں سے ان کی ساز باز تاریخ کی بھول بھلیوں سے نکل کر ایک روشن حقیقت کی شکل میں منظر عام پر آچکی ہے، سید قطب اور ماسونیت سے ان کے استوار رابطے بھی پوری طرح بے نقاب ہو چکے ہیں۔ اس تنظیم میں ابتدا ہی سے اسلام دشمن طاقتوں کے آلۂ کار موجود رہے ہیں جن کی پوزیشن اس تنظیم میں بہت مضبوط رہی ہے، پالیسیوں کا غموض اور دہرے نظریات واصول اور اعمال اس پارٹی کا طرۂ امتیاز رہے ہیں۔ خود شیخ حسن بنا صاحب عید میلاد النبی دھوم دھام سے منایا کرتے تھے، اس کے جلوسوں کی قیادت کرتے تھے اور اس میں رقص کرتے ہوئے گا گا کر شرکیہ نعتیں اور نظمیں پڑھا کرتے تھے اور انتہائی جرأت کے ساتھ اپنی دعوت کو سلفی دعوت بھی کہا کرتے تھے، مخالفین کی تکفیر کے جراثیم اس تنظیم میں شروع ہی سے موجود تھے، اس کے اراکین میں یہ خیال ابتدا ہی سے بٹھایا گیا ہے کہ وہ دنیا میں سپریر لوگ ہیں اور انہیں عالم کی استاذیت کے لئے برپا کیا گیا اور جو لوگ ان کے ساتھ نہیں ہیں وہ کیڑے مکوڑوں سے بھی زیادہ حقیر ہیں، ان کے جان مال اور آبرو کی کوئی قیمت نہیں ہے، چونکہ اس جماعت کا بنیادی مقصد عالم اسلام میں افراتفری اور انتشار واختلاف اور ہنگاموں کا ماحول ہردم بنائے رکھنا ہے جس کا فائدہ انہیں خود بھی اٹھانا ہے اور اپنے آقاؤں کو بھی فیض پہنچانا ہے اس لئے انھوں نے جماعت کے روز اول سے، مظاہرے، ہنگامے، جلوس نکالنے کے طور طریقوں میں مہارت اور نت نئے تجربوں کے لئے باقاعدہ شعبے بنا رکھے تھے، لوگوں کی مخبری کے لئے ان کا اپنا خفیہ محکمہ تھا اور ان کے مخبر تمام سیاسی اور دینی تنظیموں اور جماعتوں میں گھس کر مخبری کا فریضہ بڑی تندہی کے ساتھ انجام دیتے رہے ہیں، ان کا خفیہ نظام بھی قائم تھا جس کا کام بڑے بڑے لیڈروں اور سیاسی ودینی سربراہوں کا قتل تھا، حسب ضرورت پبلک پراپرٹی اور مفاد عامہ کی چیزوں کو بم دھماکوں سے اڑادینا بھی اس کے فرائض منصبی کا ایک حصہ رہا ہے، بلکہ وہ خود اپنے آدمیوں سے جب اکتا جاتے تھے اور کوئی چھوٹا بڑے کو آنکھ دکھانے لگتا تو اسے پٹوانے یا قتل کرانے سے بھی نہیں چوکتے تھے، ان کی خفیہ تنظیم کے سربراہ عبدالرحمان سندی نے اپنے

نائب سید فائز کی موت کا سامان گفت پیکٹ بم کے ذریعہ کیا جس میں وہ اور ان کے گھر کے کچھ افراد بھی مارے گئے تھے، خود شیخ حسن بنا نے اپنے مخالفین کو لاٹھیوں سے پٹوایا تھا۔ سید قطب اور ان کے رفقاء نے خود پلوں اور آمد ورفت کے ذرائع کو بم دھماکوں سے اڑا دینے کی تجویز پیش کی تھی اور بڑے بڑے حکومتی سربراہوں صدر اور وزیر اعظم جیسے عہدیداروں کے قتل کا منصوبہ بھی ان کی ترجیحات میں شامل تھا مگر وقتی طور پر خود اپنی جان کے خطرے اور اس کام کے قریب قریب ناممکن ہونے کے پیش نظر ترک کر دینے یا اسے موخر رکھنے کی تجویز ان کی مجلس میں منظور ہوئی تھی جس کا اقرار انھوں نے خود "لماذا أعدموني" میں کیا ہے۔ اس کام کے لئے باقاعدہ نوجوانوں کا انتخاب ہوتا تھا اور ماسونیت اور باطنی اور سری تنظیموں اور مافیاؤں کی طرح سخت ترین عہد وپیمان کے ذریعہ ڈرامائی اور فلمی انداز میں ان سے بیعت لی جاتی تھی اور انہیں صاف صاف بتا دیا جاتا تھا کہ خفیہ رازوں کو افشا کرنے یا غداری کی سزا موت ہے، پھر ان منتخب نوجوانوں کی سخت ترین فوجی ٹریننگ ہوتی تھی جس میں انہیں پستول سے لیکر مشین گن اور تمام قسم کے اسلحوں اور ان کی ساخت سے آگاہ کرایا جاتا تھا اور انہیں چلانے کی تربیت دی جاتی تھی، بم بنانے اور دھماکے کرنے کے گر سکھائے جاتے تھے، اور پھر ان سے اس کی عملی مشق بھی کرائی جاتی تھی جس کے نتیجے میں معصوم جانوں کا ضیاع ہوتا تھا اور کبھی کبھی خام کار اور کچے نوجوان پکڑ بھی لئے جاتے تھے اور لمبی جیل ان کا مقدر ہوتی تھی۔ حسن بنا کے زمانے میں ایسے ہی تربیت یافتہ نوجوانوں کے ذریعہ شہر کے تمام پولیس اسٹیشنوں میں ڈرانے والے بم دھماکے کرائے گئے، کبھی ہنگاموں کے درمیان پولیس پر باقاعدہ حملے کئے جاتے تھے، ان کی طرف بم پھینکے جاتے تھے اور یہ کام جوالہ کے ذریعہ لیا جاتا تھا جو عام طور پر کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طلبہ سے بنایا گیا ایک شعبہ تھا جس کا کام فوجی مظہر کے ذریعہ مخالفین پر رعب ڈالنا تھا، یہ طلباء کالجوں اور یونیورسٹیوں سے لے کر سڑکوں تک مظاہرے کرنے، جلوس نکالنے اور ہنگامہ کرنے میں ماہر ہو چکے تھے، یہ سارے کام شیخ حسن بنا صاحب ہی کے زمانے میں ہوتے تھے، اور جیسی کرنی ویسی بھرنی کے تحت شیخ حسن بنا کے قتل کے بعد تو ان کے متبعین نے تشدد، انتہا پسندی اور مختلف قسم کے بم دھماکوں، تخریب کاریوں، لوٹ پاٹ، حکمرانوں کے متعلقین کے قتل، اغوا، اور تاوان جیسی کارروائیوں سے پورے عالم اسلام کو جہنم کا نمونہ بنا دیا، ہر طرف خوف ودہشت کا ماحول پیدا ہو گیا انھوں نے قاتل اور خونی رافضیوں کا کھل کر ساتھ دیا اور ان کے خالص رافضی انقلاب کو اسلامی انقلاب کے نام سے خوب شہرت دی اور خلفائے راشدین، ازواج مطہرات اور عام صحابہ کو مرتد کہنے والے اور سب وشتم اور لعن طعن کرنے والے خمینی کو امام کے لقب سے نوازا اور ان کی ایسی تمجید وتقدیس کی کہ شاید خود ان کے شیعوں نے بھی نہ کی ہوگی جبکہ خمینی صاحب اور ان کے رفقاء نے پاسداران انقلاب کے خونخوار وحشیوں کے ذریعہ اہل سنت کا قتل عام کرایا بالخصوص اہواز کے سنی مسلمانوں پر بے پناہ مظالم ڈھائے گئے، انہیں اپنی عربی زبان ترک کر کے بالجبر فارسی زبان پڑھنے پر مجبور کیا گیا، ان کی

تمام دینی سرگرمیوں پر پابندی لگادی گئی، گھر میں گھس کران کے نوجوان لڑکوں اورلڑکیوں کو اٹھالیا گیا اور سالوں انہیں بے پناہ مظالم کے ساتھ جیلوں میں سڑایا گیا، بہتوں کو سزائے موت دے دی گئی، لڑکیوں کی سزائے موت کے نفاذ سے پہلے ان کے ساتھ زنا بالجبر کیا گیا، دیگر علاقوں کے سنی مسلمانوں کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا گیا پھر یہ درندے غیر ملکی طاقتوں کی شہ پر جن سے ہمیشہ نوراکشتی کا مظاہرہ ہوتا رہا تھا اپنے ملک سے باہر آئے اور عراق میں سنی مسلمانوں کا قتل عام کیا، وہاں کے اصل باشندوں کو اپنی بستی اور علاقہ چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور کیا گیا محلے کے محلے صاف کردیئے گئے، ان کو نشانا بنانے کے لئے وجہ جواز پیدا کرنے کی خاطر اخوانیوں کی تنظیم داعش کو سامنے لایا گیا، اس کے آگے سیریا میں اس سے خوفناک خونی کھیل کھیلا گیا اور سنیوں کو اس بری طرح تباہ و برباد کیا گیا اور انہیں تڑپا کر مارا گیا کہ پوری تاریخ انسانیت شرمسار ہوگئی، اخوانیوں کے تجویز کردہ امیر المؤمنین ارگادن صاحب چپ سادھے اس قتل عام کا نہ صرف یہ کہ ٹھنڈے پیٹوں نظارہ کرتے رہے بلکہ روس کے ساتھ ترکی کا روشن مستقبل طے کرنے کے لئے ٹیبل ٹاک کرتے رہے اور سنی مسلمانوں کی لاشوں پر بیٹھ کر تجارتی معاہدے کرتے رہے اور قطر القاعدہ اور داعش کی پیٹھ ٹھونکتا رہا۔ ادھر رافضی سازش کاروں اور ان کے آلۂ کار حوثیوں نے یمن کو پوری طرح تباہی کے دہانے پر پہنچادیا اور اپنے فساد کو سعودی عرب میں ایکسپورٹ کرنے کے لئے ایڑی سے چوٹی کا زور لگائے ہوئے ہیں۔ تنظیم اخوان المسلمین اور اس کی لاحقہ تنظیموں اور افراد نے آج بھی ایرانی رافضیوں کی ہمنوائی ترک نہیں کی بلکہ کبھی ڈھکے چھپے اور کبھی صاف لفظوں میں اس کی تائید کرتے جارہے ہیں اور اس کے انسانیت سوز مظالم کے لئے طرح طرح سے وجہ جواز پیدا کررہے ہیں، حقائق کو مسخ کرنے اور گھناؤنے واقعات کی پردہ پوشی کرنے میں مشغول ہیں، اخوانیوں کے پاس شروع ہی سے ایک ادارہ پروپیگنڈہ کرنے اور افواہیں پھیلانے کے لئے قائم ہے جس کا کام اپنی جماعت اور اس کے لیڈروں کو چمکانا اور نمایاں کرنا ہے۔ ان کے گرد تقدس کا ایسا ہالہ قائم کردیا جاتا ہے کہ اس کو چھونے کے لئے بڑھنے والے ہاتھ جلنے لگتے ہیں، اور دیگر جماعتوں اور افراد اور مخالفین جماعت کی شبیہ بگاڑنے کے لئے ایسی نچلی سطح پر آکر بھانت بھانت کی گھڑی ہوئی باتیں اور تراشے ہوئے واقعات پیش کئے جاتے ہیں اور نت نت شبہات سامنے لائے جاتے ہیں کہ حیا رونے لگتی ہے، ایسے ایسے انداز میں ان کا استہزاء کیا جاتا ہے اور ان کے متعلق لطیفے تراشے جاتے ہیں کہ حقائق اپنا سر پیٹنے لگتے ہیں، ان کی خوبیوں کو گناہ بنادیا جاتا ہے، اس شعبے میں منجھے ہوئے ادباء، قلم کی تجارت کرنے والے اور تحریروں کی روٹیاں کھانے والے کام کرتے ہیں جن کا حیاوشرم سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا ہے، اس سلسلہ میں اخوانیوں کا الجزیرہ چینل بھی اپنی مثال آپ ہے۔ انھوں نے ہمیشہ عالم اسلام کے قضیوں اور مسلمانوں کے مسائل کو بھنایا ہے، جب بھی کوئی مسئلہ ہوتا ہے وہ اسے کیش کرانے کے لئے آگے چلے آتے ہیں اور اپنا مقصد حل کرلینے اور اپنا مفاد پالینے کے بعد وہ ان کے قضیوں اور مسائل کو تڑپتا سسکتا اور بلکتا چھوڑ دیتے ہیں، انہیں

میں سے ایک قضیۂ فلسطین رہا ہے جو ان کے لئے سدا دودھ دینے والے تھن کی طرح ہے جس کی ملائی وہ شروع سے کھاتے آئے ہیں۔ تحریک اخوان المسلمین کے مورخ محمود عبدالحلیم صاحب اپنی کتاب: ''الاخوان المسلمین احداث صنعت التاریخ(۱۔۱۹۲)'' پر خود ہی اس راز سے پردہ اٹھاتے ہوئے لکھتے ہیں: ''اس موقع پر میں قاری کو اس بات سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ وہ رقمیں جو ہم فلسطین کے لئے مسجدوں، قھوہ خانوں اور باروں سے جمع کرتے تھے ان کے جمع کرنے کا مقصد ان سے فلسطینیوں کی مدد کرنا نہیں تھا، کیونکہ اس پہلو سے وہ لوگ ان کی حاجت نہیں رکھتے تھے؛ اس لئے کہ ان مجاہدین کی پشت پر خود مالدار فلسطینی کھڑے تھے..

اس کے لئے چندہ جمع کرنا تو اس قضیے کے متعلق لوگوں پر اثر ڈالنے کے اسلوبوں میں سے محض ایک اسلوب تھا، اور اب میں اس پر یہ اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ وہ رقمیں سرے سے مجاہدین کو بھیجی ہی نہیں جاتی تھیں بلکہ اس قضیے کے اشتہار اور پروپیگنڈے میں خرچ کردی جاتی تھیں''۔ انتھیٰ

جی ہاں لوگوں کا جذباتی استحصال کر کے جو بھاری رقومات جمع کی جاتی تھیں وہ سب اپنے گروہی منصوبوں پر خرچ کی جاتی تھیں۔ آگے اور کیا کیا ہوتا تھا اس کا حال اللہ جانے۔ تحریک اخوان المسلمین کے نظام خاص کے صدر ''علی عشماوی'' صاحب اپنی کتاب: ''التاریخ السری'' (ص۹) پر لکھتے ہیں: ''..وہ تمام بڑے بڑے اعمال جن پر اخوان اپنی تاریخ میں فخر کیا کرتے ہیں ان سب کو ان کے نتائج اور ثمرات سے خالی کیا جا چکا تھا؛ مثلاً جنگ فلسطین جس پر اخوان مسلسل فخر کیا کرتے ہیں اس کا معاملہ یہ ہے کہ انھوں نے اس کے انتہائی قلیل معرکوں ہی میں شرکت کی تھی، پھر شیخ (محمد فرغلی) کی طرف سے معرکوں میں عدم دخول کے احکام صادر ہوگئے اور اس کی دلیل یہ پیش کی گئی کہ یہاں مجاہدین کے صفایا کی سازش رچی جا رہی ہے۔

مگر درحقیقت یہ ایک ایسا وجہ جواز تھا جو بنیادی طور پر ایک ایسی طاقت کی طرف سے یہودیوں کی حمایت کے لئے تراشا گیا تھا جسے اگر استعمال کیا گیا ہوتا تو وہ یہودیوں کے لئے بہت خطرناک ثابت ہوئی ہوتی! مگر (فرغلی صاحب کے) ان احکام کا نفاذ ہوا، اور اخوان جنگ سے کنارہ کش ہوکر اپنی چھاؤنیوں میں بیٹھ رہے یہاں تک کہ فلسطین سے یونہی واپس چلے گئے۔ ان معرکوں میں شرکت نہ کر پانے کی وجہ سے اخوانی نوجوان اس حد تک رنجیدہ اور بھپرے ہوئے تھے کہ انھوں نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ شیخ فرغلی نے خیانت کی ہے، اور اب وقت آ گیا ہے کہ ان کا وجود صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے، اور عملی طور پر وہ ایسا کر لینے کی ٹھان چکے تھے، مگر یہ بات فرغلی صاحب تک پہنچ گئی، اور انھوں نے ان کے ساتھ میٹنگ کر کے حقیقت حال کی شرح کی اور بتادیا کہ یہ احکام قاہرہ کی طرف سے صادر ہوئے تھے اور یہ بھی بتایا کہ اس کے پیچھے کیا اسباب کارفرما تھے۔ انتھیٰ.

مصر میں یہودیوں کی خاصی تعداد بستی تھی، ان کے اپنے محلے تھے، یہاں کے یہودی بڑے متمول اور بھاری تجارتوں کے مالک تھے، اسرائیل کو ان کی اور ان کے سرمایوں کی ضرورت تھی مگر وہ مصر چھوڑ کر اسرائیل جانے پر آمادہ نہیں تھے، اس لئے عالمی صہیونیت

نے اخوانیوں سے ساز باز کر کے یہودیوں کے محلوں میں بم دھماکے کرائے تاکہ وہ خوف زدہ ہوکر اسرائیل چلے جائیں اور اپنا سرمایہ مصر سے کھینچ کر اسرائیل میں لگائیں چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اخوانی مجاہدین نے یہودیوں کے محلے میں بم دھماکے کئے، اسرائیل کے متوقع نتائج سامنے آئے اور مصر کے یہودیوں نے اسرائیل کی طرف ہجرت شروع کردی۔ اور اس طرح پہلے یہودی وزیر اعظم بن غوریون کے اقرار کے مطابق اخوانیوں نے فلسطین میں یہودیوں کی وہ مدد کی جوخود یہودیوں نے نہیں کی۔

مرسی صاحب نے مصر میں کرسی صدارت سنبھالتے ہی اسرائیل کوایسا محبت نامہ بھیجا کہ خود شمعون پیریز حیرت زدہ رہ گئے۔ اس سے پہلے اخوان المسلمین کے شیخ حسن بنا اور شیخ یوسف قرضاوی دو لیڈروں نے قرآن کریم کی صاف اور صریح آیتوں کی مخالفت کرتے ہوئے برملا کہا کہ یہود سے ہماری دشمنی دینی نہیں ہے بلکہ صرف زمین کے لئے ہے۔ قرضاوی صاحب کو یہودی حاخاموں کی طرف سے تحفے پیش کئے جاتے رہے اور وہ مسکرا مسکرا کر انہیں وصول کرتے رہے، شیخ حسن بنا نے امریکیوں اور برطانویوں کی مشترکہ کمیٹی کے تحت قضیۂ فلسطین کے لئے ہونے والی خفیہ میٹنگوں میں شرکتیں کیں اور اپنا وہی لچکدار موقف پیش کیا جوان لوگوں کوخوش کردینے والا تھا۔

شاہ عبدالعزیز بانیٔ موجودہ مملکت سعودی عرب کا خط امریکی صدر ٹرومین کے نام۔ اسلامی ولاء وبراء کی پاسداری کی ایک جرأتمندانہ اور روشن مثال

کوئی بھی عادل ومنصف شخص اگر شاہ عبدالعزیز آل سعود رحمہ اللہ کا وہ خط پڑھے گا جو انھوں نے امریکی صدر ٹرومین کے جواب میں بھیجا تھا تو اسے حالات کی سنگینیوں کے سامنے ڈھیر ہوجانے والی حسن بنا کی شکست خوردگی کے درمیان۔ جیسا کہ سید قطب نے اس کا وصف بیان کیا تھا۔ اور اس دعوت توحید کے درمیان فرق صاف معلوم ہوجائے گا جسے امام ومجدد شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے امام محمد بن سعود رحمہ اللہ کے تعاون سے قائم کیا تھا۔ واقعہ یوں ہے کہ امریکی صدر ٹرومین نے ۱۰/فروری ۱۹۴۸ء کو شاہ عبدالعزیز سے مطالبہ کیا کہ وہ فلسطین میں یہودیوں کی مشقتوں کا خاتمہ کرنے کے لئے عرب لیگ کے ذریعہ اپنے اقتدار کا استعمال کریں، تاکہ دونوں ملکوں کے درمیان اقتصادی تعلقات محفوظ رہیں، تب شاہ عبدالعزیز نے ان کے سامنے دینی ثوابت اور مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان پائی جانے والی قرآنی خصومت کی وضاحت کی.. اور انہیں لکھا: ''عالیجناب پریسیڈنٹ ٹرومین صاحب صدر ریاستہائے متحدہ امریکا: مجھے آپ کا مورخہ ۱۰/فروری کا جاری کردہ خط موصول ہوا، اور اس کے مشمولات میرے علم میں آئے، میں اس بات پر عالیجناب کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے میرے لئے میرے لئے محبت اور رواداری کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔

میرے سامنے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ میں صاف صاف اور کھل کر کہہ دوں۔ اور صراحت ہمارے آداب کا وہ حصہ ہے جس کا ہمیں پورا پورا خیال رہتا ہے۔ کہ جیسے ہی میرے سامنے آپ کا خط پڑھا گیا میں شدید تعجب میں پڑ گیا کہ یہود کے باطل کو حق ثابت کرنے میں آپ کا اہتمام اس قدر بڑھ گیا ہے کہ

مجھ جیسے ایک عربی شاہ کے متعلق بھی غلط گمان کر بیٹھے ہیں جبکہ عربیت اور اسلام کے لئے اس کا اخلاص آپ کو معلوم ہے، پھر بھی آپ اس سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اپنی قوم کے حق کے مقابلے میں صہیونیوں کے باطل کی حمایت کرے.. یہاں تک کہ فرمایا: پتہ نہیں اگر آپ سے یہ مطالبہ کیا گیا ہوتا تو اس کا اثر آپ کے دل پر کیا پڑتا..

عالیجناب صدر صاحب! مجھے عربوں میں جو یہ باوقار مقام ملا ہے جس کا تذکرہ آپ نے کیا ہے تو اس کی وجہ یہی ہے کہ انہیں یہ معلوم ہے کہ میں کس قدر پختگی کے ساتھ عربیت اور اسلام کے حقوق کا اہتمام کرتا ہوں۔ تب آپ مجھ سے اس کام کا مطالبہ کس طرح کرتے ہیں جس کام کا کرنا کسی بھی ذمہ دار عربی کے لئے ممکن ہی نہیں ہے؟

فلسطین میں جو معرکہ چھڑا ہوا ہے وہ کوئی گھریلو جنگ نہیں ہے جیسا کہ آپ فرماتے ہیں بلکہ یہ اس کے قانونی حقدار عربوں اور ان کی مرضی کے خلاف دنیا کے مختلف گوشوں سے آنے والے صہیونی حملہ آوروں کے درمیان اچانک اٹھ کھڑے ہونے والی جنگ ہے جس میں صہیونیوں کو ان ملکوں کا تعاون حاصل ہے جو عالمی امن کی چاہت کے دعویدار ہیں حالانکہ وہ اس سے کھیلتے رہتے ہیں.. اور تقسیم کی وہ قرارداد جس کی حمایت پر مختلف ملکوں کو اٹھ کھڑے ہونے پر آمادہ کرنے میں سب سے بڑا گناہ آپ ہی کے ملک کا ہے، اسے تمام عرب ملکوں اور ان کے عوام نے ابتدا ہی سے مسترد کر دیا ہے، اور زیادہ تر ان تمام ملکوں نے بھی اسے مسترد کر دیا ہے جو حق کی تائید کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس لئے عرب ان سنگین نتائج کے ذمہ دار نہیں ہیں جن کے متعلق انھوں نے پہلے ہی کمیٹی کو آگاہ کر دیا تھا۔

اس کے بعد فرمایا: اب رہے آپ کے ذکر کردہ وہ اقتصادی مفادات جو ہمارے ملکوں کو دوطرفہ مربوط رکھتے ہیں تو یہ جان لیجئے کہ یہ سب ہماری نگاہوں میں اس سے بہت کمتر ہیں کہ ہم ان کے بدلے عربی فلسطین کا ایک بالشت بھی یہودی مجرموں کے ہاتھ فروخت کر دیں.. اللہ شاہد ہے کہ میں اس بات پر قادر ہوں کہ تیل کے کنوؤں کے متعلق یوں سمجھ لوں کہ گویا وہ کبھی تھے ہی نہیں، یقیناً وہ ایک ایسی نعمت ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے عربوں کے لئے ذخیرہ کر رکھا تھا یہاں تک کہ آخری زمانے میں انہیں ظاہر فرمایا ہے‘‘ اس لئے اللہ کی قسم وہ کبھی بھی ان کے لئے نقمت وعذاب کا سبب ہرگز نہ ہوں گے.. میں نے تو بار بار کھل کر یہ کہا ہے کہ میں اور میری سب اولادیں اس بات کے لئے مستعد ہیں کہ فلسطین کی راہ میں جہاد کرنے نکل پڑیں، تاکہ وہاں یہودیوں کی حکومت قائم ہونے سے روک دیں یا مرجائیں، تو یہ کیسے معقول ہوگا کہ پٹرول سے مادی منفعت کا حصول میرے اور میری اولاد کے دلوں میں زیادہ عزیز ہوگا.. بیشک جس قرآن پر ہمارا ایمان ہے اور جس پر ہم جیتے اور مرتے ہیں اس نے یہودیوں پر ایسے ہی لعنت بھیجی ہے جیسے کہ تورات اور انجیل نے ان پر لعنت بھیجی ہے، اور یہی چیز ہم پر اس بات کو واضح کرتی ہے کہ ہم جان ومال سب کچھ نچھاور کر کے اس ارض مقدس کو یہودیوں کی زیادتیوں سے محفوظ رکھیں۔ اس سلسلے میں ہماری جانب سے کوئی مال ومنال ہرگز قابل قبول نہیں ہوگا، جب امریکی کرسچنوں کے دینی عقیدے میں اس حد تک بوداپن

اور کمزوری پیدا ہو چلی ہے کہ وہ یہودیوں سے ارض مقدس کو نجس اور آلودہ کرانے پر آمادہ ہو گئے ہیں تو وہ یہ جان لیں کہ ہمارے دل ابھی تک اس ایمان سے معمور ہیں جو ہمیں ایسا ہرگز نہیں کرنے دے گا بلکہ اس عمل کے سامنے رکاوٹ بن کر کھڑا ہو جائے گا.. یقینا ہمارے صہیونی دشمنوں کی طرف آپ کا کھلا جھکاؤ اور عربوں کے متعلق آپ کی حکومت کا مخاصمانہ رویہ ہمیں اس بات پر آمادہ کرنے کے لئے کافی ہے کہ ہمارے ملکوں کے درمیان جو رشتۂ الفت قائم ہے اسے منقطع کر دیں، امریکی کمپنیوں کے ساتھ جو معاہدے ہوئے ہیں انہیں فسخ کر دیں اور جو امتیازات ہم نے انہیں عطا کر رکھے ہیں وہ ختم کر دیں، مگر ہم نے اس طرح کی کارروائیوں کا اقدام اس لئے نہیں کیا کہ شاید ریاستہائے متحدہ کی حکومت اپنا جائزہ لیکر قضیۂ فلسطین سے متعلق اپنا رویہ درست کر لے، اور واضح باطل کی تائید سے رخ موڑ کر واضح حق کی تائید کی طرف آجائے، ہم نے یہ کام نہ کسی کمزوری کی وجہ سے کیا ہے، نہ اس ڈر سے کیا ہے کہ ہمارے ملکوں کے اقتصادی مفادات موقوف ہو جائیں گے، کیونکہ ہم عرب لوگ اس بات کو ترجیح دیتے ہیں کہ حق کی فتح حق کے ذریعہ ہو، ہم اپنے دشمن صہیونیوں کی طرح یہ نہیں کرتے کہ حکومتوں اور عالمی تنظیموں کی تائید وحمایت رشوتوں، اور اقتصادی کمزوری اور انتخابات میں اپنے ووٹوں سے محروم کرنے کی دھمکی سے اور اسی طرح کی چیزوں سے حاصل کریں..

البتہ جب ہمیں یقین ہوگا کہ وقار حق مجروح کر دیا جائے گا تو ہمیں اس ذریعے سے اس کی حفاظت میں کوئی تردد نہ ہوگا جسے ہم دیگر وسائل میں قابل ترجیح سمجھیں گے، بالخصوص جب عرب ممالک کی انجمن اس کا فیصلہ کر دے جس کے ان تمام فیصلوں کی ہم پابندی کرتے ہیں جن سے عربوں کے وجود اور ان کے حقوق کی حفاظت ہوتی ہو..

اس چیز سے مجھے خوشی ہے کہ آپ کو اس بات کا یقین دلا دوں کہ جو امریکی مہمان ہمارے ملکوں میں قیام پذیر ہیں انہیں اس وقت تک کوئی تکلیف نہیں ہونے پائے گی جب تک وہ ہماری سرزمین میں ہوں گے، ہاں جب معاملہ سنجیدگی کے انتہائی موڑ پر آجائے گا تو زیادہ سے زیادہ اتنا ہو سکتا ہے کہ ہم ان کے ملکوں سے ان کی دوری اور پردیس کی مدت کو مختصر کر دیں اور پوری عزت اور حقوق کی پاسداری کے ساتھ صحیح سالم انہیں ان کے ملکوں کی طرف کوچ کرا دیں۔ اور آخر میں ہم جناب والا کو یہ یاد دلا دیں کہ وہ سامان جس کی وجہ سے ہمارے درمیان تعلقات استوار ہوئے تھے وہ ان سرمایوں میں سے ہے جس کے طلبگار تو بہت ہیں مگر انہیں عالمی منڈیوں میں پیش کرنے والے کم ہیں۔ ہمارے آداب اور نیک خواہشات قبول فرمائیں۔

عبدالعزیز آل سعود (شاہ مملکت سعودی عرب)۔ شاہی محل ریاض ۱۰/ربیع الآخر ۱۳۶۷ھ (جریدۃ الجزیرۃ السعودیۃ. جمعہ ۱۲/ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ شمارہ: ۱۰۱۵۱)

سعودیہ کا موقف آج بھی غیر متزلزل ہے اس نے کسی کے ساتھ قوم وملت کا سودا نہیں کیا ہے، کسی سے معاہدہ کرتے وقت اس نے اسلام اور مسلمانوں کے مفاد کو ہمیشہ مقدم رکھا ہے اور اسلامی اصولوں سے انحراف کبھی نہیں کیا ہے البتہ اخوانی اور صوفی تحریکوں اور تنظیموں نے ہمیشہ نئے نئے چولے بدلے اور اپنے

مفادات کو اسلام اور مسلمانوں کے مفادات اور مصلحتوں پر مقدم رکھا خود حماس کا رویہ ہمیشہ مذبذب رہا ہے، حتی کہ وہ اپنے دستور کی دفعہ سے اس اہم مضمون کو نکال دینے پر آمادہ ہے کہ وہ عالمی تحریک اخوان المسلمین کی ایک شاخ ہے، جبکہ یہ اخوانی تنظیم ہمیشہ فلسطین کے لئے ایک بڑی مصیبت بنی رہی ہے، اور اسے خود یہ پتہ نہیں چل پاتا تھا کہ کرے کیا اور کیسے کرے اور خود اس کا ارادہ کیا ہے..

وہ غاصب کے خلاف مزاحمت کرے یا اسے ترک کرکے دوسرا راستہ اپنائے؟ وہ بیک وقت مزاحمت کا بھی نعرہ دے اور سیاست بھی کرے.. یا ایک کا انتخاب کرکے دوسرے کو ترک کردے؟ جب یہ لوگ عالم سیاست میں داخل ہوئے تو کہا: ''اقتدار کے ساتھ مزاحمت ہی اسٹریٹیجک اختیار ہے'' قاہرہ میں ۸/۲/۲۰۰۶ء کو صحافیوں کی یونین میں خالد مشعل نے اسی کی صراحت کی تھی، انھوں نے کہا تھا: ''حماس ابھی تک مزاحمت کے لئے پرعزم ہے کیونکہ مزاحمت ہی اس کا اسٹراٹیجک اختیار ہے.. حماس نہ بدلی ہے نہ تبدیل ہوئی ہے، بلکہ اس نے اپنے پروگرام میں ایک نیا اضافہ کیا ہے۔ اور مزاحمت کے میدان میں اسرائیل حماس کا ارادہ توڑنے میں ناکام رہ چکا ہے، اسی طرح وہ سیاست اور اقتدار کے میدان میں بھی حماس کا ارادہ توڑنے میں عاجز رہے گا، حماس سیاست، اقتدار اور مزاحمت کو اکٹھا کرے گی''۔

کیا واقعی حماس مزاحمت اور سیاست کو اکٹھا کرنے پر قادر ہے؟

آخر وہ کون سی مزاحمت چاہتی ہے، اور کس سیاست میں اسے کامیابی ملی ہے؟

بالآخر حماس نے مزاحمت کا میدان چھوڑ ہی دیا جو کچھ یہودی بستیوں پر چند راکٹ چھوڑنے تک محدود تھی جس کا کوئی فائدہ تھا نہ اس سے کوئی مقصد حاصل ہوتا تھا.. اس کے علاوہ جنازے لے جاتے وقت ہوائی فائرنگ ان کی مزاحمت کا ایک دوسرا بڑا مظاہرہ ہوتا تھا.. اور کچھ بچوں کو خودکش کارروائیوں کے لئے بھیجا جاتا تھا جن کے نتائج اسرائیلی چوکسی اور احتیاط کے سامنے معروف تھے، اور پھر اس کے نتیجے میں ضفہ اور قطاع پر جو تباہی مچائی جاتی تھی وہ بھی معروف ہے.. حکومت کی کرسی تک پہنچنے اور سیاسی برابری کے گوشوں پر قابض ہونے کے لئے اس نے پالیمانی انتخاب کے راستے سے سیاسی نہج اپنایا.. پھر جب تحریک حماس کو اپنا سیاسی مقصد حاصل ہوگیا تو شروع شروع میں اس نے اسرائیل کے ساتھ تعامل کو مسترد کردیا تھا.. اس طرح ان تمام بین الاقوامی معاہدوں کو بھی اس نے مسترد کردیا تھا جن پر اس سے قبل منظمۃ التحریر (PLO) نے یہود کے ساتھ دستخط کئے تھے.. عربی امن اقدام کو بھی مسترد کردیا.. نہ کوئی گفتگو ہوگی نہ بین الاقوامی تعلقات۔ گویا وہ اسرائیل کے ساتھ تعامل میں کوئی ایسی چیز ایجاد کرنے والے ہیں جو تصور سے پرے ہوگی...

پھر یہ ہوا کہ حماس نے مکمل طور پر اقتدار پر قبضہ جمانے کا فیصلہ کیا اور دردناک نتائج سامنے آئے جن میں سب سے پہلا یہی تھا کہ وہ فلسطینی قوم جس کے بیشتر افراد بین الاقوامی اور عربی امداد پر گزارہ کرتے تھے ایک انتہائی افسوسناک حصار کا شکار ہوگئی، اور دنیا کے بیشتر ملکوں نے حماس کے ساتھ تعامل سے انکار کردیا..

اور اب معرکہ آرائی اسرائیل کے ساتھ ہونے کی بجائے فتح وحماس کے داخلی معرکوں میں تبدیلی ہوگئی..اور فلسطینی خون کی حرمت کی پاسداری پر مضبوط ترین پیمان، مصحف پر قسم کھانے اور خانۂ کعبہ میں نماز پڑھ کر عہد کرنے کے باوجود حماس منتظر غلطی کا شکار ہوگئی..اس نے کوتاہ حسابوں پر عاجلانہ اقدام کیا، اور فلسطینی اقتدار کے صدر کے تابع نظم ونسق اور امن کے لئے کام کرنے والے جتھوں میں سے ایک جتھے سے خود اپنا قصاص لینے اٹھ کھڑی ہوئی..ایک خونریز سفاکانہ معرکہ انھوں نے کھڑا کیا جس میں معدودے چند دنوں میں تقریباً ڈیڑھ سو آدمیوں کو بغیر کسی قانون اور عدالت کے ماردیا، ان پر خیانت اور ایجنٹ ہونے اور صہیوامریکی منصوبے کے ساتھ تعاون اور تحریک اور اس کے کارکنوں کی ایذارسانی کے لئے کام کرنے کا الزام لگایا گیا..اور تصادم کی تاریخ میں پہلی بار خود فلسطینیوں کے ہاتھوں غزہ حکومت اور نظم ونسق میں ضفہ سے الگ ہوگیا..اور ٹھیک یہی چیز تھی جس سے علامہ مقبل بن ہادی وادعی رحمہ اللہ ڈرایا کرتے تھے، فرماتے تھے: ''تحریک (حماس) کبھی بھی اسلام کی مددگار نہیں ہوگی، اس میں شیعہ اور گروہ باز (حزبی) اخوانی ہیں، جماعت حماس سراسر گروہی عصبیت والی جماعت ہے، نہ امر بالمعروف کرتی ہے نہ نھی عن المنکر، اہل سنت (ہی) پر نکیر کرتی ہے..اور اگر کوئی فتح حاصل بھی ہوئی تو یہ وہی کریں گے جو انھوں نے افغانستان میں کیا تھا، خود ایک دوسرے پر توپیں اور گنیں چلائیں گے؛ کیونکہ وہ دلی اعتبار سے ایک نہیں ہیں'' (دیکھئے: تحفۃ المجیب)

خالد مشعل نے مرشد عام محمد عاکف کو جو خط بھیجا تھا اس میں انھوں نے خود اعتراف کیا تھا کہ حماس نے فلسطین میں جو قتل عام مچایا تھا وہ حقیقت میں ایک درناک معاملہ تھا، انھوں نے کہا تھا: ''حماس نے قطاع غزہ میں جو کچھ کیا وہ حماس کے لئے بھی دردناک تھا اور پوری فلسطینی قوم کے لئے بھی درناک تھا، مگر غزہ میں انتخابات میں حماس کی کامیابی کے بعد قانون اور استحقاق کے خلاف بعض گوشوں کی طرف سے جو جارحانہ کارروائیاں کی گئی تھیں یہ ان کا حتمی نتیجہ تھا'' (اخوان اون لائن: ۱/۷/۲۰۰۷ء)

قطاع میں ہونے والے سانحے پر خالد مشعل کے اظہار دکھ کے برخلاف حماس کے ایک بڑے جتھے نے خوشی اور سرور کا اظہار کیا تھا اور کہا تھا:

''فتح غزہ فتح مکہ کی طرح ہے'' اور وہ سب ایجنٹ اور خائن لوگ تھے۔

(یہ ہے بلند آہنگ اخوانیوں کا فکری عمق اور بلند پروازی! یہ چھوٹی سی دنیا پاکر خود کو عالم کا بادشاہ سمجھنے لگتے ہیں، ان کو اپنا ہر گناہ عین ثواب اور ہر فساد اعلائے کلمۃ اللہ نظر آتا ہے)۔

نقراشی پاشا کے قتل کے موقع پر بھی یہی ہوا تھا (جس کے قتل کے ذمہ دار بھی اخوانی ہی تھے..اخوانیوں کا ایک ٹولہ اسے کتوں میں سے ایک کتا قرار دے رہا تھا..جبکہ دوسرا گروہ اسے مخلص وطن دوست ٹھہرا رہا تھا..ایک سوال جو یقینی طور پر خود کھڑا ہوا اٹھتا ہے..وہ یہ ہے کہ جب فلسطین میں رونما ہونے والا وہ قتل عام واقعی ایک دردناک سانحہ تھا اور دین وشریعت کے مخالف تھا، تو پھر خالد مشعل نے اس کے انجام دینے کا حکم ہی کیوں صادر

فرمایا تھا.. اور انھوں نے بھرے مجمع میں کیوں نہیں اس سے اظہار براءت کیا.. صرف مرشد عام کو ایک خط بھیجنے تک کیوں محدود رہے تھے؟

تحریک حماس کی سیاسی آفس کے صدر- جو ایران اور سیریا کے درمیان جمے ہوئے تھے- ان خساروں کا اندازہ لگانا بھول گئے تھے جن کا سامنا ان کی تحریک کو اس انقلاب کے بعد کرنا ہوگا.. اس حرکت نے تحریک حماس کو سیاسی عمل سے باہر نکال پھینکا، اور انہیں ایک بڑے قید خانے میں ڈال دیا تھا جس سے وہ نکل نہیں سکتے تھے، فلسطین کے دو ٹکڑے ہوگئے، اور اخوان تحریک زشت رو ہوگئی.. اس کا شمار خون چوسنے والوں میں ہونے لگا جو جڑ سے مٹا دینے والی زبان بولتے ہیں، اور حکومت تک پہنچنے کے لئے جمہوریت سے کھیلتے رہتے ہیں! اقتدار سے پہلے کہتے ہیں: جن امور میں ہم متفق ہیں ان میں باہمی طور پر تعاون کریں اور جن میں ہمارا اختلاف ہے ان میں ایک دوسرے کو معذور گردانیں'' .. اور اقتدار کے بعد کہتے ہیں: ''جن میں ہمارا اختلاف ہیں ہم ان میں ایک دوسرے کا قیمہ بنا کر چھوڑیں گے''!

جن اذیتوں کی یہ بات کرتے ہیں اگر انھوں نے ان پر صبر کیا ہوتا اور اللہ سے ثواب کی امید رکھی ہوتی تو یہ ان کے لئے اس جلد بازی اور بربریت سے بہتر ہوتا جن کا راستہ انھوں نے اپنایا.. اگر انھوں نے ان لوگوں کو عدالت کے سامنے پیش کر کے ان پر کیس چلایا ہوتا، تو تمام حقوق اور ضابطوں کو پامال کرتے ہوئے انہیں گھروں اور سڑکوں پر قتل کرنے سے بہتر اور بہت اچھا کام ہوتا..

اس معرکے نے انہیں ایک ایسے مسدود راستے تک پہنچا دیا جس میں زخموں کا مندمل ہونا بہت دشوار تھا.. اور جب وہ اس حد تک پہنچ گئے.. تو پھر دیکھیں کہ مزاحمت کا نعرہ لگانے والے ان سورماؤں نے کیا حل پیش کیا جو سیاسی طور پر دشمن اسرائیل کے ساتھ تعامل کرنے والے تمام لوگوں کو خیانت اور آلۂ کاری سے متہم کیا کرتے تھے؟

جواب: تنازلات پر تنازلات کرنے لگے..

ان لوگوں نے ان سارے سابقہ بین الاقوامی معاہدوں کو تسلیم کرلیا جنھیں منظمۃ التحریر (PLO) نے انجام دیا تھا، اسی کے ضمن میں معاہدۂ ''اوسلو'' بھی تھا جس پر دستخط کرنے والوں کو اس سے قبل یہ لوگ اس دلیل سے خیانت کے ساتھ متہم کیا کرتے تھے کہ اس سے اس قضیہ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا.. انھوں نے مجلس امن کی ۲۴۲ اور ۳۳۸ والی قراردادوں کو بھی تسلیم کرلیا اسی طرح عرب امن اقدام سے بھی متفق ہوگئے.. اور یہ بھی قبول کرلیا کہ مزاحمت ترک کردیں گے، جبکہ وہ ان کا اسٹراٹیجک اختیار وانتخاب تھا، اور یہود کے ساتھ ایک لمبے صلح کی پیش کش کی، تاکہ فقط حماس اور اخوان کے زمانے میں عالم اسلام ایک طرح کے استقرار اور سکون سے بہرہ اندوز رہے.. اسی طرح یہ بھی قبول کرلیا کہ سیاسی نظام کامل طور پر منظمۃ التحریر کے لئے چھوڑ دیں، اور خود فقط سول امور دیکھیں جن کا تعلق اقتصاد، تجارت، صحت، کسٹم اور ٹیکس سے ہے.. الخ اور آخر میں یہ بات ان کی سمجھ میں آئی کہ اسرائیل ان کے ساتھ سیاسی ایجنڈوں پر تعاون ہرگز قبول نہیں کرے گا، اور فلسطینی وزیر اعظم استاد اسماعیل ھنیہ نے فرانسی اخبار لووی گارو سے گفتگو کرتے وقت

یقین دلایا کہ وہ غزہ اور مغربی ضفہ میں ایک فلسطینی ریاست کے قیام کی تائید کریں گے جس کی راجدھانی قدس ہوگا، انھوں نے اس بات کی بھی وضاحت کی کہ فلسطینی منظمۃ التحریر (PLO) ہی اس سلسلے میں گفتگو کی ذمہ دار رہے گی۔

(ان شاء اللہ جاری ہے)

❖ ❖ ❖

اداریہ

[۲]

عالم اسلام کا ایک ناسور

محمد مقیم فیضی

بات چل رہی تھی حماس اور اخوان کے تناقضات اور تنازلات کی، اس بات کی وضاحت کی گئی تھی کہ جو چیزیں حماس کے حکومت میں آنے سے پہلے شجر ممنوعہ کے درجے میں تھیں اور انہیں اپنانے اور اختیار کرنے والے اسلام اور مسلمانوں کے خائن اور غدار تھے وہ سب حماس کے اقتدار میں آنے کے بعد نہ صرف یہ کہ حلال ہوگئیں بلکہ عین دین وایمان اور تقاضائے امانت ودیانت قرار پائیں۔

جن معاہدوں کا نام سن کر کل تک بدکتے تھے آج انہیں کے متعلق اسماعیل ھنیہ صاحب نے فرمایا:

''ہم ماضی کے ان تمام معاہدوں کا احترام کریں گے جن پر فلسطینی اقتدار نے دستخط کئے تھے، اور اس امید کا اظہار کیا تھا کہ وہ لوگ اسرائیل کے ساتھ ایک متبادل جامع صلح تک پہنچ جائیں گے جس کا سلسلہ دراز ہوگا۔ (العربیۃ نت ۱۵/جون ۲۰۰۷ء)۔ محمود زہار نے کہا کہ: ''حماس ان راکٹ حملوں کو روکنے پر قادر ہے جو غزہ پٹی سے بار بار ہوتے رہتے ہیں'' (نافذۃ مصر نت: ۲۲/۶/۲۰۰۷ء)۔ ان دنوں اسرائیل کو خالد مشعل کی آخری پیشکش یہ تھی کہ صلح کی مدت بتمام وکمال پچاس سال تک رہے.. آخر ھضیبی صاحب کی گزشتہ منطق پھر سے وجود میں آگئی، جسے استاد خالد محمد خالد نے یہ کہہ کر مسترد کردیا تھا کہ: ''خواجہ جارج صاحب آپ اپنی طول سلامتی پر خوش رہیں''۔

اگر حکومت کی بقاوسلامتی کی ضمانت ملتی ہے تو سدا اخوان المسلمین کا یہی حال رہتا ہے! اور جب اقتدار کے باہر ہوتے ہیں تو پھول کر کہتے ہیں: ''نہیں'' ایسے کیسے ہوسکتا ہے... صلح کفر ہے اور عظیم خیانت ہے.. اور دور اقتدار میں فرماتے ہیں: ''جی ہاں، جی ہاں'' خوش آمدید.. یہی اسلام ہے اور یہی رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے.. اللہ واسطے بتایا جائے کہ یہ لوگ اس قدر تناقضات میں کیوں غرق ہیں؟ یہ لوگ کبھی مصالح ومفاسد کا صحیح حساب نہیں لگا پائے اور ان کی کاوشیں سدا رائیگاں ہوئیں، انھوں نے ہمیشہ عالم اسلام کو سیاسی دھاکوں، اور خیالی مجاہدانہ سرگرمیوں میں مشغول رکھا جن کا کوئی فائدہ اور ثمر نہیں تھا.. اور پھر دیکھئے کہ انھوں نے امن کے بدلے زمین کا مفہوم بھی ترک کردیا جسے عربی ممالک نے پیش کیا تھا اور مملکت سعودی عرب نے اسی کو اختیار تھا، امن کی طرف پیشقدمی کی یہی تجویز تھی۔ مگر حماس اس حد تک گئی کہ اس نے مزاحمت ترک کردی اور نعرہ لگانے لگی کہ امن واستقرار، کھانا پانی اور بجلی کے بدلے صلح کرلو.. کہاں تو فلسطین کے مقاصد ایک حکومت کے مقاصد تھے اور اب وہ سب مقاصد ایک گروہ میں سمٹ کر آگئے جو اپنے لئے کھانا پانی کی خاطر بقا چاہتا ہے۔

۲۰۰۸ء کے اواخر میں پھر تحریک حماس نے اپنا پینترا بدلا اور یہود کے ساتھ صلح میں توسیع کو مسترد کردیا اور سیاسی معادلے کے دائرے سے باہر آگئی، نتیجہ یہ ہوا کہ اسرائیل نے پٹی پر جنگ مسلط کردی جس میں تقریباً سات ہزار فلسطینی مارے گئے یا زخمی ہوئے (اللہ ان مرنے والے مسلمانوں کو شہیدوں کا درجہ بخشے)۔ فاضل راویوں نے بیان کیا کہ تحریک حماس کے فوجی غزہ کے پڑوس میں واقع مقبوضہ اراضی پر اسرائیلی آبادکاروں

کے گھروں کی طرف راکٹ داغتے تھے اور بھاگ لیتے تھے اور جا کر خندقوں میں روپوش ہوجاتے تھے.. جبکہ وہ مقامات جہاں سے راکٹ داغے جاتے تھے سٹیلائٹ کیمروں کی نگاہوں میں ہوتے تھے، پھر جوابی کارروائیوں اور ضربات کے نتیجے میں غزہ پٹی کے تقریباً پچیس ہزار گھر تباہ کردئے گئے..اور بعد از خرابی، بسیار پھر سے تحریک حماس اپنی اخوانی تاریخ کے مطابق مزاحمت کا نعرہ لگاتے لگاتے تشدد اور زیادتی سے بچنے کے لئے داد وفریاد پر آگئی اور عالمی کرم فرماؤں کو آواز دینے لگی..پھر جیسے ہی دنیا کی کوششوں سے تشدد تھما اور اسرائیل نے گولہ بارود کی زبان اپنے منہ میں واپس ڈال لی جھٹ اس نے جنگ جیت لینے کا دعوی ٹھونک دیا اور لگی اس کا جشن منانے.. حالانکہ اس میں فتحیاب فلسطینی قوم تھی جو نہ چاہنے کے باوجود بالجبر جنگ میں جھونک دی گئی تھی، اور صابر اور طلبگار اجر وثواب تھی۔مگر حماس کے طنطنے کا یہ حال ہوا کہ اپنے دعووں کے علی الرغم اسے ڈیڑھ سال تک کے لئے اسرائیلی دشمن کے ساتھ جھک کر صلح کرنی پڑی۔جیسا کہ اس سے قبل لبنانی نصر پارٹی (حزب اللات) کو جھکنا پڑا تھا جس کے بعد انٹرنیشنل فورس آگئی تھی، اور آخر میں اسرائیل کو لبنانی سرحدوں میں چالیس کیلومیٹر تک اندر گھس آنے اور قبضہ کر لینے کا فائدہ ملا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ آج اخوانی حماس کو غزہ پٹی میں حکومت کرتے ہوئے دس سال کا عرصہ ہونے کو آیا ہے، جن میں فلسطینیوں کو سنگین ترین حالات سے گزرنا پڑا ہے، انھوں نے یہ مدت ایک حصار میں گزاری ہے، تین تین جنگوں کا عذاب جھیلا ہے، جن کی وجہ سے ان کی زندگی ایک انسانی المیہ بن چکی ہے۔

- داخلی صورت حال یہ ہے کہ غزہ کے نصف باشندے بیکاری اور بے روزگاری کا شکار ہیں۔
- اکثریت انسانی امداد پر گزارہ کر رہی ہے۔جبکہ اشیائے ضروریہ کے دام آسمان چھو رہے ہیں اور اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ ماضی میں اس کی نظیر نہیں ملتی ہے۔
- مزید برآں بجلی کا بحران بڑھتا ہی جارہا ہے جس کے متعلق عالمی ریڈ کراس نے تنبیہ کی ہے کہ وہ غزہ پٹی کی وسیع تباہی کا سبب بن سکتا ہے۔
- شہر غزہ میں پینے کے پانی کی شدید قلت ہے، اقوام متحدہ کے بیانات سے اشارہ ملا ہے کہ اس پٹی کا ۹۵% فیصد پانی بشری استعمال کے لائق نہیں ہے۔
- اس اثناء میں تحریک فتح اور حماس کے درمیان انقسامات گہرے ہی ہوتے گئے ہیں اور ان دونوں گروہوں کے درمیان اب تک صلح کے کوئی آثار نہیں ہیں۔

خارجی طور پر عالم یہ ہے کہ:

- مصر اور تحریک حماس کے تعلقات میں اکثر ابتری ہی رہی ہے، اسی لئے رفح کی گزرگارہ مسلسل بند رکھی گئی جو فلسطینیوں کی زندگی میں بیحد اہمیت کی حامل ہے۔
- اور اب قطر کے ساتھ خلیجی ممالک کا بحران آگیا جو اس تحریک کا مضبوط فائنانسر تھا۔اور اب حماس کے سامنے مختلف خطرات منڈلا رہے ہیں۔
- کچھ مہینوں سے اس نے اپنی نئی سیاسی دستاویز پیش کی ہے، اور اس کی کچھ نئی قیادتیں بھی منتخب ہوئی ہیں مگر وہ پٹی پر بنے دباؤ میں کمی لانے میں کامیاب نہیں ہوسکی تھی۔

مگر اب پھر سے کھیل شروع ہوگیا ہے جو اخوان المسلمین اور حماس ایران اور قطر کی شہ پر سالہا سال سے فلسطینیوں کی جانوں کے ساتھ کھیلتے آئے ہیں، اس وقت احتجاج، اقصی اور اسرائیلی مظالم کی گونج پھر سے سنائی دینے لگی ہے، پھر سے حماس کے پٹاخوں کا رخ اسرائیلی بستیوں کی طرف ہوگیا ہے جسے وہ راکٹ کا نام دیتے ہیں جس کے نتیجے میں اسرائیل غزہ پر اندھادھند بمباری کرتا ہے اور بوڑھے بچے اور عورتیں موت کی آغوش میں چلی جاتی ہیں، اور حماس کے سورما اور مجاہدین ٹیلویژن کی اسکرینوں پر دھمکیاں دیتے ہوئے عالمی برادری

سے فلسطینی قوم کے لئے امداد اور اموال کی اپیل کرتے نظر آنے لگتے ہیں، اس کے بعد صحیح سالم اپنے دسترخوانوں پر لوٹ جاتے ہیں، جبکہ عالمی برادری نہتی فلسطینی قوم کی مصیبتوں پر تماشائی بنی ہوئی خبریں سنتی رہتی ہے، جس کے پاس اپنے دفاع کا کوئی وسیلہ نہیں ہوتا ہے۔

ایک صحافی کے بقول جب سے فلسطینی قوم پر (حماس) کا تسلط ہوا ہے اس وقت سے اس قوم پر جو حالات گزرے ہیں وہ اس خیال کو پختہ کردیتے ہیں کہ اسرائیل کے بعد اس کے سب سے بڑے دشمن ''قطر اور ایران'' ہیں جو ماچس کی تیلی کی طرح اس چیز کا استعمال کرتے ہیں جس کا نام (حماس) ہے۔ اور اس کے پیچھے ان کے خالص سیاسی مقاصد ہوتے ہیں۔

دنیا ان بے گناہوں کو نجات دلانے سے ہاتھ کھینچ چکی ہے، یہاں تک کہ صورتحال اس قدر المناک ہوچکی ہے کہ اس کا کوئی علاج نہیں ہے، یہ حالات اس وقت سے ہوئے ہیں جب سے (حماس) کو فلسطینی قوم کے قضیے اور انجام سے کھیلنے کے لئے کھلا چھوڑ دیا گیا ہے۔

سوال یہ ہے کہ اس وقت قطر اور اس کے حلیفوں نے (حماس) کو اسرائیلی علاقوں پر حملے کرنے کے لئے کیوں آگے بڑھا دیا ہے، تاکہ ردعمل کے طور پر اسرائیل غزہ کو اپنی بمباریوں کا نشانا بنائے اور دنیا کو یہ بتائے کہ وہ اپنا دفاع کر رہا ہے؟

اس کا جواب صاف ہے، مقصد یہی ہے کہ دنیا کا رخ اس بائیکاٹ سے موڑ کر جو قطر کے ساتھ جاری ہے ایک جذباتی فضا پیدا کی جائے اور بیان بازیوں سے عالم اسلام کی ہمدردیاں بٹوری جائیں اور یہ ظاہر کیا جائے کہ فلسطینی قوم کے اصل ہمدرد ایران اور قطر ہیں جبکہ فلسطینی قوم اور غزہ کے عوام اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس دہری سازش کا انجام صرف اور صرف انہیں کو بھگتنا ہے، جبکہ حماس کے بڑے بڑے رہنما قطر کی شاہی دعوتوں کے مزے لوٹ رہے ہیں۔

اخوان المسلمین کے بڑے بڑے رہنما جن کی گردن پر لاکھوں مسلمانوں کے خون ہیں قطر نے نہ صرف انہیں پناہ دی بلکہ عالم اسلام میں تخریب کاری کے لئے انہیں ہر طرح کی سہولتیں فراہم کیں اور انہیں اپنے نیٹ ورک کے سنٹروں کے لئے اپنے ملک میں جگہ اور مال فراہم کیا۔ یہ شکوہ خلیجی ممالک کو زمانے سے تھا، کئی باران کی طرف سے اس کا اظہار ہوا، قطر نے کئی بار ان کے ساتھ معاہدے کئے، وعدے کئے، انہیں اطمینان دلایا مگر اس نے اپنی روش کبھی نہیں بدلی۔ بالآخر عاجز آکر خلیجی ممالک اور مصر نے جس نے سب سے زیادہ اخوان المسلمین کی تباہ کاریاں جھیلیں اس کا بائیکاٹ کردیا اور اس سے باوقار مطالبات کئے جن میں سرفہرست یہی بات تھی کہ وہ دہشت گردی کی سرمایہ کاری بند کرے اور دہشت گرد سربراہوں کو اپنے یہاں جگہ نہ دے۔ مگر قطر نے مسلسل ٹال مٹول کا رویہ اپنا رکھا ہے۔ آج بھی اخوان المسلمین، حماس، القاعدہ وغیرہ کے بڑے بڑے قائدین جو مختلف ملکوں کو مطلوب ہیں یہیں پناہ گزیں ہیں، شیخ سرور زین العابدین صاحب نے بھی اپنی آخری عمر یہیں گزاری تھی، جنھوں نے جدید اخوانیت کی بنیاد ڈالی تھی جس میں بظاہر روافض مخالف رجحانات تھے بالخصوص ایران کے متعلق اس کا رویہ سخت نظر آتا تھا مگر یہ لوگ بھی سید قطب کی تکفیری فکر سے متأثر تھے، سماج بیزاری اور مسلم حکمرانوں کے خلاف ورغلانے اکسانے اور ان کے خلاف خروج کے جراثیم پوری طور یہاں بھی موجود تھے، سعودی عرب کے بیشتر تحریکی اور خلیجی تحریکیوں کی بھی ایک خاصی تعداد سرور صاحب سے متاثر تھی۔ انھوں نے نوجوان نسل کی ذہنیت کو بگاڑنے اور ان کے اندر قطبی افکار پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کیا تھا، سعودی عرب کے حکمرانوں کے خلاف بھی انھوں نے اپنے ''السنۃ'' نامی رسالے کی ذریعہ تحریک چھیڑ رکھی تھی، جبکہ اپنے اپنے ملکوں میں زمین تنگ ہونے پر سعودی عرب نے ہی ان لوگوں کو پناہ دی تھی، اور انہیں باعزت ذریعہ معاش فراہم کیا

تھا، مگر سید قطب اور مولانا مودودی صاحبان نے جن لوگوں کو بگاڑا تھا ان کا مرض لاعلاج تھا اور ان کی بیماریاں متعدی تھیں۔ پھر بھی حکمرانوں کی جن باتوں اور حرکتوں پر اخوانیوں کو اعتراض تھا وہ سب خود ان کے قائدین نے حالت اقتدار میں کیا بلکہ اس سے بدتر کیا، ڈسکو ناچ، فلم بینی، فلم بنانے، گرل فرینڈس کے ساتھ گھومنے کی آزادی، ساحلوں پر عریاں گھومنے، لڑکیوں اور لڑکوں کے ساتھ اختلاط کی ترغیب، موسیقی کے طائفے، سود کی مخصوص مقدار کی اباحت، اسلام کی بجائے پبلک کی حکومت، اور اسلامی احکام کے نفاذ کے لئے عوام سے استصواب، لبیک امریکا لبیک امریکا، امریکی اور یورپین سفارت خانوں میں اخوانی نمائندوں کی میٹنگوں تک کا ہر رذیل کام اسلام کے نام پر انجام دیا گیا، یہاں تک کہ اسلام ایک مذاق بن گیا، خود اخوانیوں کے سب سے بڑے مفکر سید قطب صاحب کا عالم یہ تھا کہ انھوں نے عقیدۂ وحدت الوجود کو فروغ دیا، صحابہ پہ زبان طعن دراز کی، بڑے بڑے اللہ والوں کو سخت تنقیدوں کا نشانا بنایا اور جن کا احترام اسلامی تعلیمات کا ایک جز بن چکا تھا ان کے خلاف نوجوانوں میں بیجا جرأت پیدا کی، بلکہ سید قطب نے نبیوں کو بھی نہیں چھوڑا، حضرت موسی علیہ السلام پر زبان درازی کی، وحدۃ الوجود، حلول اور جبر وتعطیل کے عقیدے کے ساتھ، ازلیت روح کا نظریہ پیش کیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کے انکار کو اپنا شیوہ بنایا، کلمہ لا إله إلا الله میں متکلمین کی تحریفات کیں، قرآن کریم میں موسیقی کی تانیں تلاش کیں، اور اس کے واقعات کو ڈراموں اور اداکاریوں کے اسلوب پر فٹ بیٹھانے کی کوشش کی، اسلامی معاشروں کی تکفیر کا برملا اعلان کیا، حتی کہ مناروں پر اذانیں دینے والوں کو بھی صاف صاف کافر بتایا، دقیق ترین جزئیات کو وجہ تکفیر قرار دیا۔ اور اپنی کتاب ''السلام العالمی'' میں مغربی مفکرین اور مستشرقین اور اہل حل وعقد کی چاپلوسی میں اور انہیں خوش کرنے کے لئے اسلام کو عجیب پلپلا کر کے پیش کیا ہے۔

معركة الاسلام والرأسمالية میں گمراہیوں کا ایک عظیم سلسلہ ہے، معالم فی الطریق ان کی وہ ڈائنامیٹ کتاب ہے جس نے عالم اسلام کو تکفیر وتباہی کی وہ سوغات دی ہے جس سے ہر طرف دھماکے، تخریب اور آہوں اور کراہوں کا ایک لامتناہی سلسلہ چل پڑا ہے۔ اور آخری خنجر عالم اسلام کے سینے میں لماذا اعدمونی کی شکل میں بھونکا گیا۔ مگر خود جناب کا کیا حال تھا، صورت بہیں حالت مپرس، جمعہ جماعت سے رافضیوں اور باطنیوں کی طرح کب کا چھٹکارا حاصل کر چکے تھے، کیونکہ جب تک اخوانی حکومت قائم نہ ہو تب تک یہ اذانیں نمازیں، تلاوتیں سب کفر کے مظاہر ہیں، ہاں اخوانی حکومت اگر سیکولر یا لبرل، یا اشترا کی اصولوں پر بھی قائم ہو جس کے امام سید قطب ہوں تو پھر ہر کفر عین اسلام بن جاتا ہے، اسلام کے یہ سب سے بڑے نمائندے جن کا درجہ اخوانیوں کے یہاں ائمہ اربعہ، بخاری ومسلم اور جملہ محدثین سے بڑا ہے کلین شیو تھے اور انگریزی لباس میں ملبوس ہو کر اسلام پر بڑے بڑے لیکچر دیا کرتے تھے، اور نوجوانوں کو اس بات کی ٹریننگ دیتے تھے کہ مسلمانوں کی کمپنیوں، کارخانوں، پولیس کے بڑے بڑے اہلکاروں، پولیس اسٹیشنوں، بجلی گھروں اور وزیروں اور حکمرانوں کو دھماکوں سے اڑا دیا جائے، اس کے لئے اسمگل کرکے اسلحے منگائے جاتے تھے، اپنے اوپر حکمرانوں کے مظالم کی آنسوؤں بھری داستانیں سنانے والے ان وحشیوں نے اس وقت ایران کے رافضیوں اور لبنان کی حزب اللات کے ساتھ سازشیں کر کے ایران، عراق، شام، افغانستان اور یمن تک کتنے لاکھ سنیوں کا قتل عام کرایا، کتنی آبروئیں پامال کیں، کتنے بے گناہوں کو دربدر ٹھوکریں کھانے پر مجبور کیا اس کا کوئی حساب ہے؟

بات چل رہی تھی سرور زین العابدین صاحب کی جن کے ماننے والے بلکہ سید قطب کے ماننے والے عام اخوانی کتاب وسنت اور حقیقی اسلام کی ترویج واشاعت کرنے والے علماء کو حیض

ونفاس کے علماء، درباری علماء، سلطان کے علماء، سلطانی خچر کی دم کا خطاب دیا کرتے ہیں مگر بالآخر انھوں نے انہیں سلطانوں اور حکمرانوں کے دامن میں آکر پناہ لی۔ اور اخوانیوں کے علامہ یوسف قرضاوی صاحب کیا کیا حال ہے؟ جناب اصلامصری ہیں، اس وقت قطری شہری ہیں، اور قطر میں انہیں کا سکہ چلتا ہے، ان کی کوئی بات یہاں رد نہیں کی جاتی ہے۔

● جب امریکا کی طرف سے دہشت گردی کی فہرست میں ان کا نام درج کرنے کی بات آئی تو قطری حکومت نے اس کی زبردست مخالفت کی اور ان کے دفاع میں پوری طرح سینہ سپر ہوگئی۔

● مصر نے ان کا نام دہشت گردی کی فہرست میں درج کررکھا ہے اور قطر سے اس کا مطالبہ ہے کہ انہیں اس کے حوالے کیا جائے، ان کا نام اس فہرست میں بھی شامل ہے جو چاروں ممالک سعودیہ، مصر، امارات اور بحرین نے پیش کی ہے مگر قطر نے انہیں حوالے کرنے سے صاف انکار کردیا ہے۔

● جناب والا کی پوری زندگی تناقضات اور تلون کا اعلی نمونہ رہی ہے، نقیض سے نقیض، اور زندگی کے ہر مرحلے میں ایک نئے رنگ میں سامنے آنے کا سلسلہ جاری ہے، مقاصد کے ساتھ نظریات بھی بدل جاتے ہیں، اپنے سرکاری سرپرستوں کے لئے ان کے فتوؤں کا سینہ بہت کشادہ رہتا ہے۔

● جناب کی تاریخ یہ ہے کہ مصر میں جمال عبدالناصر کی جیل میں تھے، سزا کاٹ رہے تھے، کیونکہ یہ بھی اس تنظیم اخوان المسلمین کے ممبر تھے جس نے کئی بار عبدالناصر کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی، پھر حالات بدلے اور مصری حکومت کی موافقت اور خود عبدالناصر کے نظام نے انہیں ۱۹۶۱ء میں قطر میں کام کے لئے عاریتاً بھیج دیا تھا، پہلے یہ بزرگ مصر کے مغربی صوبے میں اپنے گاؤں صفط تراب کے ایک بڑے محلے کے سرکاری نکاح خواں تھے (جنھیں ہمارے یہاں قاضی کہا جاتا ہے)، اور اپنے اسی پیشے کے درمیان محلے کی شاخ میں اخوان المسلمین کے ممبر بنے پھر جامعہ ازھر کے کلیہ اصول الدین میں داخل ہوئے اور قاہرہ میں جماعت کی اس خفیہ تنظیم میں شامل ہوئے جو حکومت کا تختہ پلٹنے کی منصوبہ بندی کررہی تھی۔

● زندگی کے اس مرحلے میں قرضاوی صاحب کے متعلق شکوک اور سوالیہ نشان کی تفسیر مصری حکومت کے نظم ونسق کے ایک اعلیٰ ذمہ دار نے یوں کی ہے کہ: جمال عبدالناصر اور اس کے خفیہ محکموں نے، جماعت اخوان المسلمین کو توڑنے، اس کے سربراہوں تک پہنچنے، اور اس کے معروف انتہاپسند مشائخ پر ہاتھ ڈالنے کے لئے جو چالیں چلیں وہ کسی کے لئے متوقع نہیں تھیں۔ اس کو سمجھنے کے لئے ایک ہی مثال کافی ہے:

عبدالرحمان سندھی جو اخوان کی خاص خفیہ آہنی تنظیم کے صدر تھے، اور قتل کی تمام کاروائیاں جن کی نگرانی میں انجام پائی تھیں۔ ان کے متعلق مذکورہ آفیسر نے بتایا کہ عبدالناصر عبدالرحمان علی فراج سندھی کو توڑنے میں کامیاب ہوگیا تھا جو جماعت اخوان کے مرشد حسن بنا کے معتمد خاص تھے اور انھوں نے ہی سندھی کو خفیہ اخوانی تنظیم ''نظام خاص'' کا سربراہ مقرر کیا تھا اور وہ چالیس کی دہائی میں تمام خطرناک کارروائیوں اور بڑے بڑے لوگوں کے قتل کے براہ راست نگراں تھے، عبدالناصر نے نھر سویس کی ''شل کمپنی'' میں ان کا تقرر کردیا، انہیں بڑا سا بنگلہ اور ایک کار دے دی، (اور اظہار عقیدت وبیعت کیا، یہ ذہن نشین رہے کہ عبدالناصر اپنی حقیقت میں جو کچھ بھی رہا ہو مگر وہ تنظیم اخوان المسلمین کا ممبر رہ چکا تھا اور ان کے حالات سے اچھی طرح آگاہ تھا)۔ اس تکریم اور احسان کا بدلہ سندھی صاحب نے اسے یہ دیا کہ تمام اخوانی قیادتوں کی مع پتہ وجملہ تفاصیل ان کے گھروں کی نشاندھی کے ساتھ کامل فہرست بنا کر اس کے حوالے کردی، اور جماعتی اراکین کی داروگیر کا سلسلہ ایسا شروع ہوا کہ عبدالناصر نے اس وقت جماعت کا کس بل نکال دیا اور شوکت توڑ کر رکھ دی۔

بہر کیف ہم قرضاوی صاحب کی بات کر رہے تھے جو مختصر مدت میں جماعت اخوان المسلمین کی قیادتوں میں سے ایک ہو چکے تھے، اور عبدالناصر حکومت کی موافقت سے قطر آئے تھے، اس وقت حکومتوں کی طرف سے صرف انہیں لوگوں کو دیگر ملکوں میں بھیجا جاتا تھا جو ان کے حمایتی اور اپنے سمجھے جاتے تھے اور وہ ان سے خوش ہوتی تھیں، قطر میں جناب کی ابتدا معاون مدرس کی حیثیت سے ہوئی، پھر انھوں نے مصری پاسپورٹ کی تجدید سے انکار کر دیا، اور دلیل یہ دی کہ وہ عبدالناصر حکومت کے مخالفین میں سے ہیں اور انہیں اندیشہ ہے کہ اگر وہ مصر گئے تو قید کر لئے جائیں گے، پھر قطری حکومت نے انہیں شہریت عطا کر دی۔

۱۹۹۵ء میں قرضاوی صاحب کے لئے خیر کا دروازہ کھلنے کی ابتدا ہوئی اور وہ حاکم فیملی کے مقرب ہو گئے، اور اس کے لئے ایسے فتوے صادر فرمانے لگے جو اس کے اقتدار، مقام اور اثر ونفوذ کی تقویت کا باعث ہوں، بلکہ ایسے فتوے دینے لگے جن سے اخوان المسلمین اور اس سے نکلنے والی تمام تنظیموں کے اراکین قطری حکومت کے ہاتھوں کھلونا بن جائیں۔

اسی سال جون میں قطر کے ولی عہد ''شیخ حمد بن خلیفہ'' نے اپنے والد شیخ خلیفہ کا تختہ پلٹ کر اقتدار پر قبضہ کر لیا، اور وہیں سے قرضاوی صاحب کا وہ کردار شروع ہوا جسے موجودہ امیر نے کبھی فراموش نہیں کیا، انھوں نے صراحت کے ساتھ یہ فتوی دیا کہ حمد صاحب کا اپنے والد کے خلاف انقلاب برپا کرنا شرعی اعتبار سے جائز ہے، ان کے الفاظ یہ تھے کہ امت کی مصلحت اس عمل کو جائز ٹھہراتی ہے جو شیخ حمد نے کیا ہے، اور اس کے لئے وجہ جواز یہ تھا کہ جو کچھ بھی ہوا وہ قطری عوام اور امت کی چاہت کے مطابق ہوا ہے، کیونکہ قطریوں نے ہی حمد سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ اپنے باپ کے خلاف انقلاب برپا کریں۔

قرضاوی صاحب کا یہ فتوی سابق امیر شیخ خلیفہ سے انتقام کے جذبے سے صادر ہوا جو انہیں قطر سے نکال دینا چاہتے تھے، یہ ایک معروف قصہ ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

شیخ خلیفہ بن حمد کے زمانے میں مشہور مصری مفکر اور رائٹر رجاء نقاش مجلہ ''الدوحۃ'' کے ایڈیٹر تھے جو اس وقت کے مشہور پرچوں میں سے تھا، اسی طرح مذکورہ مصری صحافی ''الرایۃ'' نامی روزنامہ کے بھی ایڈیٹر تھے جو یومیہ نکلتا تھا جس کی امیر کے یہاں بڑی پذیرائی تھی، اس مصری صحافی نے قطر کو تعلیم اور ترقی کا اہتمام کرنے والے ملک کی صورت میں عالم عرب کے سامنے پیش کیا جس کی وجہ سے وہ امیر کے مقرب اور ان کے خاص مشیروں میں سے ہو گئے تھے۔

اس کی وجہ سے رقابت کی آگ قرضاوی صاحب کے سینے میں جل اٹھی اور انھوں نے رجاء نقاش کے کچھ افکار اور آراء ومقالات کی وجہ سے ان کی تکفیر کا فتوی صادر کر دیا، اس فتوے نے بڑی بھاری اتھل پتھل مچائی اور امیر کو قرضاوی صاحب کے فتوی کی تائید کرنے والے اسلام پسندوں سے ردعمل کا خطرہ محسوس ہوا اور انھوں نے مجلہ ''الدوحۃ'' بند کر دیا، تاکہ جو جھگڑا کھڑا ہوا ہے وہ ختم ہو جائے اور مصری صحافی کو ''الرایۃ'' نامی اخبار کا ایڈیٹر بنا دیا گیا، اس وقت ملک کا وہی تنہا اخبار تھا، ادھر انھوں نے قرضاوی صاحب کی سرگرمیوں پر پابندی لگا دی، اور قریب تھا کہ ان کی شہریت بھی ختم کر دی جائے، مگر کچھ مقربین نے معاملے کو اپنی وساطت سے رفع دفع کرا دیا۔

اس واقعے کے بعد قرضاوی صاحب نے شیخ خلیفہ کو اپنے دشمنوں کی فہرست میں شامل کر لیا، اسی لئے جب شیخ حمد نے اپنے والد کے خلاف انقلاب برپا کیا تو مصری شیخ نے اس کے جواز و شرعیت کا فتوی دیا جس سے شیخ حمد کے انقلاب کو شرعیت اور قانونی جواز فراہم ہو گیا۔

- پھر جب ''الجزیرۃ'' چینل شروع ہوا تو اس نے امیر کی مدد سے اور ان کی ہدایات کے مطابق قرضاوی صاحب کے لئے ایک پروگرام خاص کر دیا۔ جنھوں نے ان کے نفوذ کو قطر میں

مستحکم کرنے کی کوشش کی، اور ان کی اصل جماعت جماعت اخوان المسلمین کو زبردست مالی اور معنوی تعاون سے نوازا گیا، اور اس کے قائدین اور انصار کے وفود جوق درجوق قطر کا رخ کرنے لگے، ان میں کچھ لوگ تو کام کی غرض سے اور کچھ مالی تعاون کی غرض سے آیا کرتے تھے ان سب کو قرضاوی صاحب کی حمایت وتائید حاصل تھی۔

- قطر نے اپنے تمام تصرفات اور مواقف پر دینی رنگ چڑھانے اور انہیں شرعیت عطا کرنے کے لئے قرضاوی صاحب کا خوب استعمال کیا اور، اور ان کے متناقض فتووں نے جن کی فضیحتیں ذرائع ابلاغ اور باہمی رابطوں کے وسائل یوٹیوب وغیرہ کے ذریعہ آشکارا ہوتی رہیں قطر کا پورا تعاون کیا۔

- جب قطر کے تعلقات سیریا اور حزب اللہ کے ساتھ اچھے تھے تو قرضاوی صاحب کے فتوے بشار اسد اور حزب اللہ کی تعریفوں کے پل باندھا کرتے تھے اور ان کے متعلق یہ بتایا کرتے تھے کہ یہی لوگ عربوں کے خلاف رچی جانے والی مغربی سازشوں کا مقابلہ کرنے کے لئے امت کی قیادت کررہے ہیں۔

- قرضاوی صاحب نے عراق کی جنگ میں قطر کے مواقف کو وجہ جواز فراہم کرنے کے لئے فتوی صادر کیا، جس میں انھوں نے امریکا کے مسلمانوں کو امریکی فوج کے ساتھ مل کر عراق اور افغانستان میں جنگ کرنے کے جواز کا فتویٰ دیا۔

- قرضاوی نے فتویٰ دیا کہ جنوبی سوڈان کے الگ ہونے کے حق میں ووٹ دینا سوڈانی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے، کیونکہ قطر کا سرکاری موقف یہی تھا۔

- قرضاوی صاحب نے تیونس کے سابق صدر زین العابدین بن علی کے متعلق پوری محبت اور احترام کے ساتھ گفتگو کی اور انہیں ثقافت کا سرپرست بتایا، مگر تیونس میں انقلاب برپا ہوتے ہی اپنا پینترا بدل لیا اور فرمایا کہ وہ توغبی (کند ذہن) تھا، کیونکہ اب قطر کا موقف یہی تھا۔

- اپنے متناقض رویوں کے ضمن میں قرضاوی صاحب نے سابق مصری صدر حسنی مبارک کی حکومت کے خلاف انقلاب برپا کرنے کے لئے نوجوانوں کے خروج کو ضروری ہوجانے کا فتوی دیا کیونکہ قطر کا موقف یہی تھا جس کا اعلان ''الجزیرہ'' چینل نے وضاحت کے ساتھ کیا تھا۔

- اور جب حکومت اخوان کے ہاتھ آگئی تو قرضاوی صاحب نے حاکم کے خلاف عدم خروج کا فتوی دیا اور محمد مرسی کے خلاف نکلنے والوں پر خوارج کا حکم لگایا، اس لئے کہ قطری حکومت کا ہدف یہی تھا کہ مصر پر اخوانی حکومت قائم رہے جس کے ذریعہ اس نے مصر کے معاملات میں دخل اندازی کی کوشش کی تھی۔

- قرضاوی صاحب کا ایک تبصرہ تو بالکل کامیڈی والا ہے جو ان کے اور جماعت اخوان المسلمین کے انداز فکر کی اور دوسروں کے متعلق ان کے سوچنے کے طریقے کی نشاندہی کرتا ہے: انھوں نے ''الجزیرہ'' کی اسکرین پر اپنے ایک خطاب میں فرمایا: ''انھوں نے دیکھا کہ جب مرسی خطاب کررہے تھے تو اس وقت کے وزیر دفاع لفٹنٹ جنرل عبدالفتاح سیسی، اور وزیر خارجہ وداخلہ مرسی کے الفاظ کے ساتھ اس طرح کے پرجوش نعرے لگارہے تھے نہ تکبیر وتہلیل کہہ رہے جیسے اخوان کے عناصر کررہے تھے، اسی لئے - جیسا کہ انھوں نے کہا - انہیں ان کے متعلق شک تھا اور انھوں نے یہ مان لیا تھا کہ یہ لوگ مرسی کے ساتھ نہیں ہیں۔

- قطری حکومت کے سرکاری رخ سے ہم آہنگ ہوکر قرضاوی صاحب کا فتوی صادر ہوا کہ لیبیا کے سربراہ معمر قذافی کو قتل کردیا جائے، جو قطر کے اس موقف کی تعبیر تھا جس کا اعلان بنغازی کے انقلابیوں کی نیشنل کونسل کے صحافتی ترجمان مصطفی غریانی نے کیا تھا'' انھوں نے اعلان کیا تھا کہ قذافی سے جنگ کے لئے قطر اسلحہ سے ان کی مدد کے لئے تیار ہے۔

- ''مونڈیال''۲۰۲۲'' کی میزبانی قطر نے قبول کی تھی

مگر اس سبب سے اس کی مخالفت ہورہی تھی کہ مونڈیال کی تنظیم نے قطر میں نشہ آور مشروبات بیچنے کی اجازت مانگی تھی، نیز اس کے اخراجات بہت بھاری تھے جن کی ادائیگی قطری سرمائے سے ہوئی، مگر ان سب مخالفین کی تردید کرتے ہوئے قرضاوی صاحب نے فتوی دیا کہ ورلڈ کپ کے استقبال کے لئے بھاری سرمایہ خرچ کرنا اس لئے جائز ہے کہ اس سے قطر کا نام شہرت کے آسمان پر پہنچ جائے گا۔

● محبت اور لین دین کا یہ سلسلہ دوطرفہ ہے، قرضاوی صاحب کے فتووں کا صلہ انہیں یہ ملا کہ آج قطری امیران کے ماتھے کو بوسہ دیتے ہیں اور حکومت کے تمام وسائل قرضاوی صاحب کی تشہیر اوران کے اثر ونفوذ کو مستحکم کرنے کے لئے ہر طرح سے مسخر ہیں۔ انھوں نے خود فرمایا تھا کہ اگر امیر قطر حمد بن خلیفہ نہ ہوتے تو میں دہشت گردوں کی فہرست میں ہوتا، امریکیوں نے اس فہرست میں میرا نام شامل کرنے کے لئے حد درجہ اصرار کیا تھا مگر ان کے اصرار کے مقابلے میں جناب امیر پوری قوت، شجاعت، پامردی اور اصرار کے ساتھ کھڑے ہوگئے، اور میں دہشت گردی کے الزام سے دور ہوگیا، مزید فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ریاست قطر کے ذریعہ مجھے عزت عطا فرمائی جس نے میرے لئے راہ کشادہ کردی، اور اظہار رائے کی آزادی میں میرے لئے کوئی رکاوٹ نہیں رہ گئی، میں جو چاہتا ہوں اپنے مساجد کے دروس اور خطبوں میں، ریڈیو اور ٹیلیویژن کے پروگراموں میں، اخباروں میں، اور الجزیرہ چینل پر کہتا ہوں.. قطر نے میرے سامنے کوئی سرخ لکیریں نہیں رکھی ہیں مزید فرمایا: الحمدللہ! میرے رب نے مجھے بچالیا، ورنہ اگر میں مصر میں ہوتا تو ممکن ہے کہ اپنے ساتھیوں کی طرح رہین زنداں ہوتا۔ یہاں قرضاوی صاحب کے حالات کی تفصیل، ان کے متضاد فتووں اور نظریات پر بحث کرنے کی گنجائش نہیں ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ قرضاوی صاحب اور دیگر اخوانی رہنماؤں نے عالم اسلام کو بہت بڑا چرکہ دیا ہے سعودیہ، امارات، بحرین اور مصر نے تقریباً ۵۹ لوگوں کی فہرست پیش کی ہے جو دہشت گردی اور تخریب کاری کے حوالے سے انہیں مطلوب ہیں اور قطر ان کی مالی امداد کرتا ہے مگر قطر ٹس سے مس نہیں ہوا ہے، اس نے ابھی تک سینہ زوری کا رویہ اپنا رکھا ہے۔ جو لوگ ہر حال میں آنکھ بند کر کے سعودی عرب کی مخالفت پر کمر بستہ رہتے ہیں، اور اس کی ہر نیکی کو بھی عیب بنانے اور ہر ہنر میں کیڑے نکالنے سے باز نہیں آتے کیا ان کی آنکھیں کھولنے کے لئے یہ کافی نہیں ہے کہ اس بات کے واضح ہوجانے کے باوجود کہ جس داعش اور القاعدہ اور النصرہ کو امریکا اور یورپ نے واضح طور پر دہشت گردی کی فہرست میں ڈال رکھا ہے قطر ان کی کھل کر مدد کرتا ہے اور ان کی سرگرمیوں کے لئے سرمایہ فراہم کرتا ہے، مگر پھر بھی امریکا، یورپ، روس، ایران، ترکی سب کے سب اس کے بائیکاٹ پر بے چین ہوگئے ہیں اور ان کے ذمہ داروں کی نیند اڑ گئی ہے، آخر انہیں قطر سے اتنی ہمدردی کیوں ہے؟ یہ بھی ذہن نشین رہے کہ امریکا کا فوجی بیس قطر میں ہے، ترکی فوجیوں کے لئے چھاؤنی اس نے فراہم کی ہے، بحرین پر قبضے کے لئے ایران کی صاف صاف مدد کرتا ہے، جس ایران نے حوثیوں کے ذریعہ یمن میں تباہی مچائی ہوئی ہے اور وہاں بھی قطر خفیہ طور پر حوثیوں کا ساتھ دے رہا ہے، اسی طرح ایران نے دوسروں کے ساتھ ملکر عراق اور شام کے سنیوں کو پوری طرح تباہ کردیا ہے۔ کیا یہ چیزیں عالم اسلام کے سنی دانشمندوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی نہیں ہیں؟! دراصل یہ سب سلسلہ عالم اسلام کو سائکس، پیکوٹ اور برنارڈ لوئس وغیرہ کے منصوبوں کے مطابق مختلف چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم کر کے ان کو اپنی غلامی کے ماتحت رکھنے کا ہے اور ان میں سعودی عرب جیسے کچھ ممالک اور کچھ لوگ ہی رکاوٹ ہیں۔! هل من مدكر ؟

❖ ❖ ❖

Special Issue "AL-JAMAAH" Mumbai
July 2017

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی اپنے مقصد وجود اور مشن کی تکمیل میں بحمد للہ بساط بھر سرگرم عمل ہے اور خالص اسلام (کتاب وسنت) کی نشر واشاعت، دعوت الی اللہ، اصلاح نفوس، اصلاح ذات البین اور تعلیم وتربیت سے متعلق سرگرمیوں میں اپنا کردار نبھانے کی بھرپور سعی کررہی ہے۔ ذیل میں اس کی سرگرمیوں کا ایک خاکہ پیش کیا جارہا ہے۔

- ماہانہ تربیتی اجتماعات کا انعقاد۔
- جلسے اور کانفرنسیں۔
- انفرادی ملاقاتیں اور دعوتی دورے۔
- ہینڈبل، اشتہارات اور کتابوں کی اشاعت۔
- ہرماہ الجماعہ کی اشاعت۔
- مفت کتابوں کی تقسیم۔
- مکاتب کا ماہانہ تعاون۔
- ضرورت مند افراد کا تعاون۔
- مصائب وحادثات سے دوچار پریشان حال لوگوں کا تعاون۔
- نزاعات کے تصفیہ کے سلسلے میں تگ ودو۔
- دعاۃ کی تربیت کا اہتمام وغیرہ۔

دینی وجماعتی شعور رکھنے والے تمام غیرت مند افراد سے دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ مذکورہ مشن کی تکمیل میں جمعیت کا بھرپور تعاون فرمائیں۔ جزاھم اللہ خیراً

Published by :
SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI
14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 70.
Phone : 022-26520077 / Fax : 022-26520066 • ahlehadeesmumbai@gmail.com
@JamiatSubai subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai
www.ahlehadeesmumbai.org • aljamaahmonthly@gmail.com